"تاریخ جماعتِ اسلامی" حصہ دوم، باب اوّل

تاسیس و قیامِ جماعت

قسط (۲)

آباد شاہ پوری

افتتاحی خطاب

تاریخ ساز لمحات آپہنچے تھے۔ اجلاس کا افتتاح سیّد مودودیؒ کے خطاب سے ہوا۔ یہ ایک طویل اور اہم خطاب تھا۔ ابتدا میں سیّد صاحبؒ نے اپنے ذہنی سفر کی روداد بیان کی اور ان حالات پر تبصرہ کیا جن کے نتیجے میں وہ مختلف مراحل سے گزر کر ان تاریخ ساز لمحات تک پہنچے تھے۔ اس روداد میں پچھلے نو برس کی طویل تاریخ اور وہ سارا دعوتی پس منظر سمٹ آیا تھا۔ جس میں جماعت اسلامی وجود میں آرہی تھی۔ یہ پس منظر محض ایک فرد کے داخلی اور عملی تجربات و مشاہدات ہی بیان نہیں کرتا تھا بلکہ یہ بھی بتاتا تھا کہ جب ایک شخص کے فکر و نظر میں انقلاب آتا ہے اور وہ شعوری طور پر اسلام و ایمان لاتا ہے تو یہ شعوری اسلام و ایمان اس کو اپنی ذات تک محدود کر کے نہیں رکھ دیتا، ایمان و اسلام کے تقاضے اس کو مضطرب اور بے چین کر دیتے ہیں، یہ ایمان و اسلام ایک مسلمان پر جو فرض عائد کرتا ہے۔ اس کی ادائیگی کی فکر اسے ہر آن آمادۂ عمل رکھتی ہے، یہ خواہش اسے آرام سے بیٹھنے نہیں دیتی کہ جس حق پر وہ ایمان لایا ہے اس حق کو اپنے گردوپیش کی دنیا میں پھیلائے۔ چنانچہ سیّد صاحبؒ نے اس حق کو ایک تحریک کی صورت دینے کے لیے دن رات ایک کر دیے۔ رسالہ ترجمان القرآن جاری کیا، الجھنوں کو صاف کرنے کی جدوجہد کی، ادارۂ دارالاسلام قائم کیا، لٹریچر کے ذریعے اس مقصد کی طرف شب و روز دعوت دیتے اور ذہنوں کو ہموار کرتے رہے، ایک ایک کر کے رفقاء کی تعداد بڑھتی رہی، ملک کے مختلف حصوں میں ہم خیال لوگ تیار ہوتے رہے اور بعض مقامات پر چھوٹے چھوٹے حلقے بھی وجود میں آگئے۔ اس ساری روداد کو بیان کرنے کے بعد سیّد صاحبؒ نے فرمایا اب جماعت اسلامی کی تاسیس اور تحریکِ اسلامی کو منظم طور پر اٹھانے کے لیے زمین تیار ہو چکی ہے اور دوسرا قدم

کرنے کے لیے موزوں ترین وقت آگیا ہے۔ ۲۳

مسلمانوں کی دوسری جماعتوں کے ہوتے ہوئے نئی جماعت کی ضرورت

اس کے بعد سیّد صاحبؒ نے مجوزہ نئی جماعت کے متعلق مختلف بنیادی امور کی وضاحت کی اور ملک میں مسلمانوں کی دوسری جماعتوں کے موجود ہوتے ہوئے ایک نئی جماعت کی تاسیس و تشکیل کے اسباب بیان کیے اور ان جماعتوں اور مجوزہ اسلامی جماعت اور تحریک کے درمیان اصولی فرق کو واضح کیا۔ انھوں نے بتایا کہ اب تک مسلمان جماعتیں یا تو اسلام کے کسی جزو کو لے کر اٹھی ہیں یا کسی ایسے دنیوی مقصد کو جس کا اسلام کے ساتھ براہ راست کوئی تعلق نہ تھا۔ ان کی تنظیم دنیا کی غیر مسلم جماعتوں اور انجمنوں کے خطوط پر کی گئی ہے ان میں ہر قسم کے لوگ اس مفروضے پر بھرتی کر لیے گئے ہیں کہ وہ مسلمان قوم میں پیدا ہوئے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ ان جماعتوں کے عام ارکان کی صفوں ہی میں نہیں کارکنوں اور لیڈروں کی صفوں میں بھی ایسے لوگ داخل ہوگئے جن کی نہ سیرتیں اور کردار لائق اعتماد ہیں اور نہ وہ مسلمانوں کی رہنمائی کے بارِ امانت کو اٹھانے کی اہلیت ہی اپنے اندر رکھتے ہیں۔ پھر یہ جماعتیں صرف نسلی مسلمانوں تک محدود رہی ہیں، غیر مسلموں کے لیے ان کے اندر کوئی کشش اور جاذبیت نہیں بلکہ ان میں سے اکثر کی سرگرمیاں غیر مسلموں کے اسلام کی طرف آنے میں سدِّراہ بن گئی ہیں۔ اس کے برعکس ہم پورے کے پورے اور عین اسلام کو لے کر چل رہے ہیں، ہم ٹھیک وہ نظام جماعت اختیار کر رہے ہیں جو شروع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قائم کردہ جماعت کا تھا، ہمارے جماعتی ضوابط ایسے ہیں کہ مسلمانوں میں سے صرف صالح عنصر ہی آگے بڑھے گا جو کلمہ طیبہ کے معانی و مفہوم اور مقتضیات کو جان کے اس پر شعوری ایمان لانے کا اقرار کرے۔ جماعت میں رہنے کے لیے یہ شرط لازم ہے کہ اسلام میں جو کم سے کم مقتضیاتِ ایمان ہیں ان کو پورا کرے، ہم نے جماعت کی دعوت ملک کے اندر یا عالمِ اسلام کے محض پیدائشی مسلمانوں تک محدود نہیں رکھی بلکہ اس کا خطاب تمام روئے زمین پر بسنے والی سعید روحوں سے عام ہے۔ ۲۴

پھر سیّد مودودیؒ نے نئی جماعت کا نام جماعتِ اسلامی رکھنے کی وجہ بتائی اور فرمایا:

> جب جماعت کا عقیدہ، نصب العین، نظامِ جماعت اور طریقِ کار بلا کسی کمی بیشی کے، وہی ہے جو اسلام کا ہمیشہ رہا ہے تو اس کے لیے اسلامی جماعت کے سوا کوئی دوسرا نام نہیں ہوسکتا اور جب یہ عین اسلام کے نصب العین

کی طرف اسلامی طریق ہی پر حرکت کرتی ہے تو اس کی تحریک ' تحریک
اسلامی کے سوا کچھ نہیں ہے ۲۵۔

دو زبردست خطرات

پھر سیّد صاحبؒ نے ان دو زبردست خطرات سے متنبہ کیا جن سے دور نبوت کے بعد اسلام کا کام کرنے والی اکثر جماعتیں دو چار ہوتی رہی ہیں۔

ایک یہ کہ وہ اپنے آپ کو وہی حیثیت دینے لگتی ہیں جو انبیاء علیہم السلام کے زمانے میں اسلامی جماعت کی تھی۔ وہ اسلام و ایمان کو صرف اپنے اندر حصر کرلیتے ہیں' ان کے نزدیک جو شخص ان کی جماعت میں نہیں وہ مومن نہیں ہے اور **من شذ شذ فی النار**۔ (جو شخص جماعت سے الگ ہوا وہ آگ میں جھونک دیا جائے گا۔ حدیث) یہ غلط فہمی اس جماعت کو مسلمانوں کا ایک فرقہ بنا کر رکھ دیتی ہے اور پھر اس کا سارا وقت اصل کام کے بجائے دوسرے مسلمانوں سے الجھنے اور مناظرے کرنے میں کھپ جاتا ہے۔

دوسرا یہ کہ ایسی جماعتیں جس شخص کو اپنا امیر یا امام تسلیم کرتی ہیں اس کو وہی حیثیت دے دیتی ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے راشدین کی تھی' جس کی گردن میں اس امام کی بیعت کا قلادہ نہیں ہوتا اسے دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتی ہیں ' اس طرح اپنے اصل مقصد سے ہٹ کر اپنی ساری تگ و دو اپنے امیر یا امام کی امارت و امامت کو منوانے پر مرکوز کر دیتی ہیں۔ سیّد صاحبؒ نے ان دونوں غلط فہمیوں سے بچ کر چلنے کی تلقین کی اور فرمایا کہ ہماری حیثیت ' نبیؑ کی قیادت میں اٹھنے والی اسلامی جماعت کی سی نہیں ہے جو دنیا میں واحد اسلامی جماعت ہوتی ہے اور جس کے دائرے سے باہر صرف کفر ہی ہوتا ہے ' بلکہ ہماری حیثیت اس جماعت کی ہے جو اصل نظام جماعت کے درہم برہم ہوجانے کے بعد اس کو تازہ کرنے کے لیے اٹھتی ہے ' ایسی جماعتیں بیک وقت کئی ہوسکتی ہیں اور ان میں سے کسی کو بھی یہ کہنے کا حق نہیں ہے کہ بس ہم ہی اسلامی جماعت ہیں اور ہمارا امیر ہی امیرالمومنین ہے۔ سیّد صاحبؒ نے فرمایا کہ ہمیں اس غلو سے پرہیز کرنا اور فرقہ بننے سے بچنا چاہیے۔ ۲۶۔

اسلامی تحریک کی ہمہ گیری

تیسری بات جو سیّد صاحبؒ نے اپنے خطاب میں فرمائی وہ جماعت اسلامی کے کام اور اس کے دائرہ عمل کے بارے میں تھی انہوں نے فرمایا کہ جماعت کے سامنے کوئی محدود کام نہیں ہے بلکہ یہ پوری انسانی زندگی پر حاوی ہے۔ اسلامی تحریک ایک ہمہ گیر نوعیت کی تحریک ہے اور اس

کو ہر قسم کے اور ہر درجے کی صلاحیت والے افراد کی ضرورت ہے' البتہ یہ کام کوئی آسان اور ہلکا کام نہیں ہے' یہ بڑا مشکل اور کٹھن کام ہے۔ دنیا کے پورے نظام' اس کے اخلاق ' تہذیب سیاست ' تمدن ' معیشت اور معاشرت ہر چیز کو بدلنے اور اس کی جگہ خدا کی اطاعت پر مبنی نظام قائم کرنے کا کام ہے ۔ اس راہ پر قدم بڑھانے سے پہلے خوب سمجھ لینا چاہیے کہ وہ کس خار زار میں قدم رکھ رہے ہیں۔۲۷

جماعت کی تنظیم اور انتخابِ امیر

اس خطاب کا چوتھا اور آخری نکتہ جماعت کی تنظیم اور انتخابِ امیر سے تعلق رکھتا تھا۔ قیادت و سیادت کا مسئلہ مسلمانوں کے اندر ہمیشہ بڑا اہم اور نازک رہا ہے۔ اس مسئلے پر امت میں بڑے بڑے فتنے اٹھتے رہے ہیں جنھوں نے اسے نہ صرف جماعتی اور گروہی بنیادوں پر پھاڑ کے رکھ دیا بلکہ نظریاتی اور فکری اور عقیدہ کی بنیاد پر بھی مختلف گروہوں اور احزاب میں بانٹ دیا ' جن کے درمیان ایک مرتبہ اختلافات پیدا ہوئے تو پھر یہ خلیج کبھی پٹنے نہ پائی۔ اسلامی نظامِ جماعت درہم برہم ہونے کے بعد قیادت کے مسئلے کا ایک پہلو ہمیشہ یہ رہا کہ کچھ لوگ امت پر بالا ہی بالا مسلّط ہوگئے اور ایک بار مسلّط ہوئے تو یہ قیادت گویا ان کے گھر کی باندی بن گئی' موت نے آلیا تو یہ باندی ورثے میں ان کی اولاد یا خاندان کے کسی فرد کو منتقل ہوگئی۔ قیادت کے اس المیہ کا آغاز کبھی کبھی استحقاق کے پردے میں ہوا' کسی شخص نے مسلمانوں کو کسی مقصد کے لیے پکارا ' لوگ اس پکارنے والے کی آواز پر جمع ہوئے' اس کی قیادت میں انھوں نے جدّوجہد کی اور کامیابی کے مراحل طے کیے۔ پھر ان خدمات کے صلے میں قیادت اس کا اور اس کی آنے والی نسلوں کا موروثی حق بن گیا ۔ سیّد صاحبؒ پہلے شخص تھے جنھوں نے اس طرز عمل سے ہٹ کر راہ اختیار کی ۔ انھوں نے مسلمانوں کو ایک نظریہ کی طرف دعوت دی تھی اور پچھلے آٹھ نو برس سے انھیں پکار رہے تھے' مسلمان ہونے کی حیثیت سے زندگی کا جو مقصد مسلمانوں کی نگاہوں سے اوجھل ہوگیا تھا اسے پھر سے اجاگر کیا تھا' ان کے اندر احساسِ زیاں پیدا کیا تھا' ان کی تہذیبی فکر کو نکھارا اور ان کی الجھنوں کو سلجھایا تھا اور انھیں اسلام کے نصب العین کی طرف بڑھنے پر آمادہ کیا تھا۔ اب جبکہ جماعت قائم ہورہی تھی لوگوں کی نظریں انہیں کی طرف اٹھنی چاہیے تھیں' یہ ایک بالکل فطری عمل تھا۔ لیکن سیّد صاحبؒ نے اس فطری حقیقت و عمل سے بھی اپنے آپ کو الگ کر لیا ۔ انھوں نے حاضرینِ اجتماع کو تنظیم کی صورت منظّم ہونے کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا:

میرا کام آپ کو ایک جماعت بنا دینے کے بعد پورا ہوجاتا ہے۔ میں صرف ایک داعی تھا' بھولا ہوا سبق یاد دلانے کی کوشش کر رہا تھا اور میری تمام مساعی کی غایت یہ تھی کہ ایک ایسا نظام جماعت بن جائے۔ جماعت بن جانے کے بعد میں آپ میں کا ایک فرد ہوں' اب یہ جماعت کا کام ہے کہ اپنے میں سے کسی اہل تر آدمی کو اپنا امیر منتخب کرے۔۔۔۔ میرے متعلق کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہونی چاہیے کہ جب دعوت میں نے دی ہے تو آئندہ اس تحریک کی رہنمائی کو بھی اپنا ہی حق سمجھتا ہوں۔۔۔۔ نہ میں اس کا خواہشمند ہوں اور نہ اس نظریہ کا قائل کہ داعی کو ہی آخرکار لیڈر بھی ہونا چاہیے' نہ مجھے اپنے متعلق یہ گمان ہے کہ اس عظیم الشان تحریک کا لیڈر بننے کی اہلیت مجھ میں ہے۔۔۔۔ لہٰذا اس مفروضے پر نہ چلیے کہ جس طرح تشکیل جماعت سے پہلے سارے کام میں اپنی ذمہ داری پر چلاتا رہا ہوں اسی طرح تشکیل جماعت کے بعد بھی میں ہی آپ سے آپ امارت کا کام اپنے ہاتھ میں لے لوں گا۔ جماعت بن جانے کے بعد میری اب تک کی حیثیت ختم ہوجاتی ہے۔ آئندہ کے کام کی پوری ذمہ داری جماعت کی طرف منتقل ہوئی جاتی ہے اور جماعت اپنی طرف سے اس ذمہ داری کو جس کے بھی سپرد کرنے کا فیصلہ کرے اس کی اطاعت اور خیر خواہی اور اس کے ساتھ تعاون کرنا ہر فرد جماعت کی طرح میرا بھی فرض ہوگا۔ ۲۸۔

دستورِ جماعت کی منظوری

افتتاحی خطاب کے بعد سیّد مودودیؒ نے دستور کا مسودہ پڑھنا شروع کیا۔ یہ مسودہ سیّد صاحبؒ نے خود تیار کیا تھا ۲۹۔ کچھ کاپیاں چھپوالی گئی تھیں اور تمام آنے والوں کو دے دی گئی تھیں تاکہ وہ اس پر غور کرلیں ۳۰۔ چودھری غلام محمد مرحوم "تاریخ جماعتِ اسلامی" کے قلمی مسوّدہ میں ایک کمیٹی کا ذکر کرتے ہیں ۳۱۔ ان کی روایت کے مطابق مسوّدہ پڑھتے وقت جو ترامیم و اختلافات سامنے آئے ان کے تصفیے کے لئے ایک کمیٹی بنادی گئی۔ اس کمیٹی نے ان ترامیم پر غور و فکر کر کے دستور کے مسودہ کو آخری شکل دی اور یہی مسوّدہ سیّد مودودیؒ نے منظوری کے لیے تاسیسی اجتماع میں ۲۶ اگست ۱۹۴۱ء (۲ شعبان ۱۳۶۰ھ) کو پیش کیا۔ کمیٹی کے قیام کی روایت اور کہیں نہیں ملتی' روداد جماعت تک اس بارے میں خاموش ہے۔ اگر یہ روایت درست ہے(۳۱الف) تو گویا سیّد صاحبؒ کے تحریر کردہ دستور کی نقول تقسیم کرنے کے بعد

شرکائے اجتماع سے ۲۵ اگست ہی کو اس میں ترمیم و اضافہ کی تجاویز لے لی گئی تھیں، جن کا جائزہ لے کر اس کمیٹی نے مسوّدہ کو آخری شکل دی جسے اگلے روز افتتاحی اجلاس میں پیش کیا گیا۔ بہرحال رودادِ جماعت کے مطابق اس دستور کا ایک ایک لفظ پڑھا گیا اور اس پر بحث ہوئی ۔ ہر شخص کو اظہارِ رائے کا پورا پورا موقع دیا گیا۔ اجلاس دن بھر جاری رہا۔ درمیان میں صرف دوپہر کے کھانے اور ظہر اور عصر کی نمازوں کا وقفہ ہوا۔ مغرب کے قریب جا کر ہر مسئلے پر بحث مکمل ہوگئی اور دستور بعض ترمیموں اور اضافوں کے ساتھ پورا کا پورا باتفاقِ کلّی منظور کر لیا گیا۔ ۳۲۔

جماعتی امور و معاملات اور سیّد مودودیؒ کا طریقِ عمل

دستور سازی کے اس عمل سے پتہ چلتا ہے کہ سیّد مودودیؒ جماعتی امور و معاملات کو کس انداز سے انجام دیا کرتے تھے ۔ ان کا ہمیشہ یہ معمول رہا کہ من مانے فیصلے کرنے اور پالیسیاں وضع کرنے کے بجائے اپنے ساتھیوں کو اعتماد میں لے کر چلتے ۔ ان کے نزدیک قیادت و سیادت ' امارت و صدارت اور کسی بھی دوسرے منصب کے اختیارات سے زیادہ اہمیت تحریک کے کام کو حاصل تھی جسے ساتھیوں کی مکمل تائید اور انکے اعتماد کامل کے ساتھ کیا جاتا۔ سیّد صاحبؒ اپنے لکھے کو حرفِ آخر نہ سمجھتے تھے۔ انھوں نے ادارہ دارالاسلام کا دستور العمل کامل چھ مہینے کے غوروخوض اور حالات کے مطالعہ کے بعد مرتب کیا' پھر محض اپنی فکرونظر کی صلاحیتوں ہی پر انحصار نہیں کیا بلکہ اس سلسلے میں اپنے قریبی اصحاب سے بھی تبادلہ خیال کیا' پھر اس خاکہ کی کاپیاں تقریباً چالیس اصحاب علم وفضل کے پاس استصواب کے لیے بھیجیں۔ یہ حضرات وہ تھے جو دارالاسلام کی تجویز میں دلچسپی لے رہے تھے اور جن سے سیّد صاحبؒ ان کی اصابت رائے کی بنا پر استفادہ ضروری سمجھتے تھے۔ تقریباً یہی طرزِ عمل انھوں نے جماعت اسلامی کے دستور کے سلسلے میں اختیار کیا۔ پہلے اس پر اجتماع کے شرکاء سے ترامیم اور اضافے کی تجاویز طلب کیں ۔ پھر ایک کمیٹی نے انہیں جانچا پرکھا اور دستور کا آخری مسوّدہ تیار کیا۔ پھر اجتماعِ عام میں اس کی ایک ایک شق پر خوب اچھی طرح بحث کی گئی اور جتنی بھی ترمیمیں اور اضافے ہوئے سب کے سب اتفاقِ رائے سے ہوئے گویا سید صاحبؒ نے اس امر کا پورا پورا اہتمام کیا کہ جماعتی زندگی کے اولین مرحلے' دستور سازی ہی میں جماعت کی اساس رکھنے والے تمام اصحاب بھرپور طریقے سے شرکت کریں ' دستور کسی فرد واحد کا ساختہ پرداختہ اور اس کی مرضیات کا آئینہ قرار نہ پائے بلکہ ہر شخص اس کام میں اپنے آپ کو شریک (Involve) سمجھے' اسے اپنا بنایا ہوا دستور سمجھے اور اس کو اس کے الفاظ اور روح دونوں کے ساتھ قبول کرے' اس میں متعین نصب العین تک

پہنچنے کی جدوجہد کو دل و دماغ کی ہم آہنگی کے ساتھ اپنائے اور دستور میں عائد کردہ ذمہ داریوں اور فرائض کی انجام دہی کو محض ضابطے کی پابندی نہ سمجھے بلکہ ایک ایسے عہدوپیان کی تکمیل کا فرض گردانے جو اس نے اپنے اللہ کے ساتھ اس کی رضا حاصل کرنے کے لیے باندھا ہے۔ یہی نہیں سید صاحبؒ نے جماعت کے باہر کے حلقوں کو بھی مطمئن کرنے کی پوری پوری کوشش کی۔ دستور جماعت کی بعض شقوں حتیٰ کہ عبارتوں اور الفاظ پر اعتراضات ہوئے تو سید صاحبؒ نے ان پر پوری توجہ دی ' جن شکوک و شبہات کی واقعی کوئی گنجائش تھی اور اعتراضات میں کوئی وزن تھا انھیں دستور میں ترامیم کے ذریعہ رفع کیا اور جو اعتراضات محض الفاظ کی تعبیر سے تعلق رکھتے تھے ان کے بارے میں بھی اپنے موقف کی وضاحت کرکے معترضین کو مطمئن کرنے کی سعی کی اور لکھا:

> ".......خود ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں گے تو انھیں محسوس ہوجائے گا کہ ان کے اعتراضات زیادہ تر تعبیرات پر ہیں 'نہ کہ نفس مدعا پر اور تعبیرات میں دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا قادر الکلام آدمی بھی شاید اتنا کامیاب نہیں کہ سب لوگ اس کے طرز تعبیر سے مطمئن ہوجائیں اور کسی کو کہیں سے گرفت کی گنجائش نہ ہو------ ۳۳"

دستورِ جماعت کی نظریاتی بنیاد

یہ ایک رسمی (Formal) قسم کا اور تنظیمی نوعیت اور عہدہ و مناصب کے حصول کا طریق کار (procedure) متعین کرنے والا دنیوی دستور نہ تھا۔ سید مودودیؒ نے اس دستور کی مختلف امتیازی خصوصیات کی وضاحت کرتے ہوئے قیام جماعت کے بعد اگلے ہی ماہ تحریر فرمایا:

> "اس دستور کی بنیاد جس خیال پر رکھی گئی ہے وہ یہ ہے کہ ہم اسلام میں سے کسی ایک مقصد کو لے کر نہ اٹھیں۔ بلکہ اصل اسلام اور پورے اسلام کو لے کر اٹھیں۔ جس مقصد کے لیے انبیاء علیہم السلام دنیا میں تشریف لائے وہی ہمارا مقصد ہو ' جس چیز کی طرف انھوں نے دعوت دی اسی کی طرف ہم دعوت دیں ' جس طرز پر وہ ایمان لانے والوں کی جماعت بناتے تھے اسی طرز پر ہم جماعت بنائیں جو نظامِ جماعت ان کا تھا وہی ہمارا ہو' جن ضوابط کو وہ اپنی جماعت میں نافذ کرتے تھے انہی کو ہم بلا کسی کمی بیشی کے نافذ کریں اور جس طریقے سے وہ اپنے نصب العین کے لیے جدوجہد کرتے تھے اسی طریقے سے ہم جدّوجہد

کریں۔"۳۴۔

اس طرح یہ دستور اپنی روح اور سراپا میں کلیتہ" ایک نظریاتی دستور تھا۔ اس کی ایک ایک دفعہ اور شق میں اسلامی نظریہ فکر و عمل بول رہا تھا۔ اس کی کوئی دفعہ مبہم نہ تھی۔ تقریباً ہر دفعہ کی تشریح کر دی گئی تھی۔ دستور کی بنیاد اور مرکز و محور **لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ** (صلی اللہ علیہ وسلم) کا عقیدہ تھا اور اسی کو جماعتِ اسلامی کا عقیدہ قرار دیا گیا تھا۔ توحیدِ خالص اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالتِ کامل و اکمل کے دو اجزاء پر مشتمل اس عقیدے کی تشریح میں وہ سارے امور سمٹ آئے تھے جنہیں اسلام اپنے ماننے والوں پر اعتقادی طور پر لازم قرار دیتا اور ان پر ان کی انفرادی و اجتماعی زندگی کو استوار کرتا ہے۔ اس زندگی بخش عقیدہ کو عمل کے پیکر میں ڈھالنا اور اس کو سربلند کرنا، خالصاً" رضائے الٰہی کے لیے خدا کی زمین پر خدا کی حکومت ----- حکومت الٰہیہ ----- قائم کرنا جماعت اسلامی کا مقصد وجود اور نصب العین قرار پایا۔ دستور میں حکومت الٰہیہ کی تشریح بھی کی گئی تھی اور دنیا میں قائم دوسرے تمام نظام ہائے حیات کو مسترد کر دیا گیا تھا کہ یہ نظام اللہ کے خلاف صریح بغاوت پر مبنی تھے۔ دستور میں کہا گیا تھا کہ

> "مومن کا کام اس بغاوت کو دنیا سے مٹانا اور خدا کی زمین پر خدا کے سوا ہر ایک کی خداوندی ختم کر دینا ہے۔ مومن کی زندگی کا مشن یہ ہے کہ جس طرح خدا کا قانونِ تکوینی تمام کائنات میں نافذ ہے اسی طرح خدا کا قانونِ شرعی بھی عالمِ انسانی میں نافذ ہو۔ مومن کی تمام مساعی کا ہدفِ مقصود یہ ہے کہ وہ خدا کے بندوں کو خدا کے سوا ہر ایک کی بندگی سے نکالے اور صرف خدا کا بندہ بنائے۔"

جماعت میں داخلہ کی بنیادی شرط اور اس کے تقاضے

جماعت کے دروازے قوم، نسل اور ملک کی کسی تمیز کے بغیر ہر اس مرد و زن پر کھلے تھے جو عقیدہ **لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ** کو اس کے پورے معنی کے ساتھ سمجھ کر شہادت دے کہ یہی اس کا عقیدہ ہے۔ اس شرط کے سوا جماعت میں داخل ہونے کی کوئی شرط نہیں تھی، البتہ ادائے شہادت کے تقاضوں کو پورا کرنا اور اپنی زندگی میں ان تغیرات کو لانا ضروری تھا، کچھ فوری طور پر اور کچھ تدریج کے ساتھ۔

☆ فوری تغیرات جو مطلوب تھے، حسب ذیل تھے:

فرائض کی شرعی پابندیوں کے ساتھ ادائیگی، کبائر سے اجتناب اور نادانستہ ارتکاب کی

صورت میں توبہ اور انابت الی اللہ ' معصیتِ فاحشہ کے ذیل میں آنے والے ذریعۂ معاش (مثلاً سود ' شراب ' زنا' رقص و سرود' شہادتِ زُور ' رشوت ' خیانت ' قمار اور قتال فی غیر سبیل اللہ) کو بھاری سے بھاری نقصان کی پروا کے بغیر ترک کر دینا' حرام طریقے سے حاصل کردہ جائداد سے دست کشی اور اہلِ حقوق کے سلب کردہ حق کی ادائیگی ' حاکمیتِ اعلیٰ (Sovereignty) کی مدعی حکومت کے اعلیٰ و ادنیٰ مناصب سے دستبرداری اور اس کی قانون ساز مجالس اور انتظامی کونسلوں کی رکنیت سے علیحدگی ' غیر الٰہی نظام حکومت کے دیے ہوئے خطابات کو واپس کرنا اور ان وفاداریوں اور نیازمندیوں سے باز آجانا جن کی بدولت یہ خطابات عطا ہوئے یا اب نباہنا پڑ رہا ہے۔

دستور میں قرار دیا گیا تھا کہ ادائے شہادت کے بعد کسی شخص کی زندگی میں اگر یہ تغیرات رونما نہیں ہوں گے تو اسے جماعت میں نہیں لیا جائے گا اور اگر لیا جاچکا ہوگا تو اسے خارج کر دیا جائے گا۔

☆ وہ تغیرات جو ایک شخص کو اپنی زندگی میں بتدریج لانے تھے' ان کا دائرہ بڑا وسیع تھا اور یہ فکری و عملی' دینی ' اخلاقی ' معاشرتی اور معاملاتِ زندگی کے تمام گوشوں میں مطلوب تھے۔ مثلاً دین کا کم سے کم اتنا علم حاصل کرنا کہ وہ اسلام اور غیر اسلام میں تمیز اور فرق کر سکیں۔ تمام معاملات زندگی میں نقطہ نظر' طرزخیال اور عمل کو ہدایت الٰہی کے مطابق ڈھالنا اور اپنی پسند و ناپسند کے معیار اور وفاداریوں کے محور کو رضائے الٰہی کے تابع کرنا ' رسوم جاہلیت سے اپنی زندگی کو صاف کرنا' نفسانیت یا دنیا پرستی پر مبنی تعصبات ' دلچسپیوں اور مشاغل اور جھگڑوں سے زندگی کو پاک کرنا ' فاسقین اور فجاراور خدا سے غافل لوگوں سے تعلقات منقطع کرنا اور صالحین سے رابطہ قائم کرنا ' جاہلیت کے خادم اور حاکمیتِ رب العالمین کے مخالف اداروں سے تعلق توڑ لینا ' اپنے معاملات کو راستی ' عدل ' خدا ترسی ' بے لاگ حق پرستی پر قائم کرنا ' اپنی دوڑ دھوپ اور سعی و جہد کو قیام حکومت الٰہیہ کے نصب العین پر مرتکز کرنا اور ان تمام مصروفیتوں سے دستکش ہوجانا جو اس نصب العین کی طرف نہ لے جاتی ہوں۔ دستور میں قرار دیا گیا کہ جماعت میں کسی شخص کے مرتبہ و مقام کا تعین انہی تدریجی تغیرات کے ناقص اور کامل ہونے پر کیا جائے گا۔

جماعت میں شامل ہونے والوں کی درجہ بندی

نظام جماعت بالکل سیدھا سادہ تھا ۔ اس میں شامل ہونے والوں کو جماعت اور اس کے

مقصد و نصب العین کے ساتھ تعلق اور وابستگی کی بنیاد پر تین طبقات میں تقسیم کیا گیا تھا۔

☆ صفِ اوّل کے وہ لوگ تھے جو نصب العین کے حصول کی جدوجہد میں ہر قربانی کے لیے تیار ہوں، اپنے آپ کو کلیتہ" جماعت کے حوالے کر دیں، جنہیں جماعت جب پکارے لبیک کہیں اور جو خدمت سونپے اسے انجام دیں اور جان، مال، اولاد، عزیز و اقارب، دوست غرض کسی چیز کو خدا و رسولؐ اور مقصدِ اسلامی سے زیادہ عزیز نہ رکھیں۔ دستور کی رو سے یہی لوگ جماعت کے اصل کارکن اور کارفرما عنصر تھے اور رہنمائی اور سربراہی انھی کے ہاتھ میں تھی' احکام شرعیہ کی پابندی اور اس معاملے میں کسی قسم کی ڈھیل روا نہ رکھنا ان پر لازم تھا' یہ بھی لازم تھا کہ وہ مسلمانوں کی زندگی کا عملی نمونہ پیش کریں۔ اور رخصتوں کا سہارا لینے کے بجائے عزیمت کی راہ اختیار کریں غیرالٰہی عدالت میں یہ لوگ نہ مستغیث بن کر جاسکتے تھے نہ مدعی بن کر۔ مدعا علیہ یا مستغاث علیہ کی حیثیت سے عدالت میں جانے کی صرف اسی صورت میں اجازت دی گئی تھی کہ یا تو کسی غیر معمولی نقصان کا خطرہ ہو یا گواہ کی حیثیت سے انھیں طلب کیا جائے۔

☆ صف دوم میں وہ لوگ شامل تھے جو اپنے آپ کو نہ تو جماعت کے لئے کلیتہ" وقف کر سکتے ہوں نہ خطرات اور قربانیوں کا پورا پورا بار اٹھانے کی ہمت و طاقت رکھتے ہوں، مگر اپنے وقت، اپنے مال اور اپنی قوتوں اور صلاحیتوں کا ایک حصہ راہ خدا میں دینے کے لیے تیار ہوں۔ دینی فرائض اور احکامات الٰہی کی اطاعت کریں۔ حرام اور ناجائز وسائل کسب رزق اور مشاغل سے اجتناب کریں، جماعت اور اس کے نصب العین کے صدق دل سے وفادار رہیں' جماعت کی طرف سے جو خدمات سپرد کی جائیں انھیں راضی خوشی انجام دیں۔ دستور میں طے کیا گیا کہ اس صف کے لوگوں کو ذمہ داری کا کوئی منصب نہیں سونپا جائے گا۔ البتہ وہ جماعتی مشوروں میں شریک ہوسکیں گے۔

☆ صف سوم ان لوگوں کے لیے تھی جو کلمہ اسلام پر اصولی حیثیت سے ایمان لائیں اور شخصی زندگی کی حد تک احکام شرعی کی پابندی بھی قبول کریں مگر غیرالٰہی نظام سے وابستہ اپنے مفادات کا نقصان گوارا نہ کرسکیں۔ انھیں دوسری وفاداریوں پر خدا کی وفاداری کو مقدم رکھنا ہوگا' وہ غیر الٰہی نظام کو ترقی درجات کا وسیلہ نہ بنائیں گے اور نہ ان کے لئے کوشاں ہوں گے اور جماعت کو ہر جائز امکانی طریقے سے مدد دیں گے' یہ اصحاب جماعتی مشوروں میں اپنے اخلاص اور جماعت کو ان پر جس قدر اعتماد ہوگا اس کے مطابق شریک ہوسکیں گے۔ ۳۵۔

یہ تینوں درجہ بندیاں جماعت میں شامل کسی بھی شخص کے لیے جامد اور غیر متغیر نہ تھیں

بلکہ شخصی حالات کے تغیر و تبدل کے ساتھ ساتھ ان میں بھی تبدیلی رونما ہوسکتی تھی۔ صفِ سوم کا آدمی جماعت کے نصب العین کی راہ میں پیش قدمی کرتا ہوا صفِ اوّل میں پہنچ سکتا تھا اور صفِ اوّل کا شخص عقیدہ و عمل کے مطلوبہ معیار سے گر جانے کی بنا پر صفِ سوم میں بھیجا جا سکتا تھا۔ دستور میں غیرالٰہی نظام کے ساتھ ان تینوں طبقات کے مطلوبہ رویے بھی متعین کر دیے گئے تھے۔ ان رویوں کے منافی طرزِ عمل کسی بھی طبقے سے تعلق رکھنے والے شخص کو جماعت کے لیے قابلِ قبول یا لائق استرداد بنا سکتا تھا۔

شعبۂ خواتین کا قیام

دستور کی رُو سے جماعت کا ایک خواتین ونگ بھی تھا۔ ان پر دستور کی وہ تمام اعتقادی و نظریاتی اور نظمِ جماعت سے متعلق دفعات لاگو تھیں جن کا اطلاق مردوں پر ہوتا تھا البتہ مردوں سے الگ تخلیقی صلاحیتوں اور اسلامی معاشرے میں مخصوص حیثیت کی بنا پر ان کے لیے ان کا فطری دائرہ عمل متعین کیا گیا۔ ان کا کام اپنے گھر' اپنے خاندان ' اپنے شوہروں اور بھائیوں اور اپنے حلقۂ تعارف میں دوسری عورتوں کے اندر دعوت و تبلیغ اور تجدیدِ ایمان اور اصلاحِ سیرت و کردار کرنا اور اپنے بچوں کے اندر نورِ ایمان اور اخلاقِ اسلامی پیدا کرنا تھا اور اگر ان کے شوہر' بیٹے اور بھائی جماعتِ اسلامی میں داخل ہوں تو صبر و عزیمت کے ساتھ ان کی رفاقت اور ہمت افزائی کرنا اور نصب العین کی راہ میں آنے والی مصیبتوں اور مشکلات میں صبروثبات کے ساتھ ان کا ہاتھ بٹانا تھا۔

دستورِ جماعت میں ایک اہم دفعہ کا اضافہ

دستور کے ابتدائی مسودہ میں امیر کے انتخاب کے بارے میں کوئی دفعہ نہیں رکھی گئی تھی[۳۶]۔

غالباً سیّد مودودیؒ نے جماعتی تنظیم اور تحریکِ اسلامی کے اس ابتدائی مرحلے میں ازخود کوئی مستقل دفعہ دستور میں شامل کرنا مناسب نہیں سمجھااور اس کام کو جماعتی تنظیم وجود میں آنے کے بعد ارکان جماعت پر چھوڑ دیا کہ وہ اس سلسلے میں اجتماعی طور پر خود فیصلہ کریں چنانچہ ۳ شعبان کو کئی گھنٹوں کی طویل بحث و تمحیص اور غور و خوض کے بعد دستور میں دفعہ دہم شامل کی گئی ۔ اس دفعہ میں کہا گیا تھا کہ جماعتِ اسلامی کا ایک امیر ہوگا جو معروف اصطلاح میں امیر المؤمنین نہیں بلکہ محض جماعت کا رہنما ہوگا۔ اس کی اطاعت فی المعروف جماعت کے تمام افراد کریں گے۔ اس کے انتخاب میں تقویٰ ' علم دین میں بصیرت ' اصابتِ رائے اور عزم و حزم کو

ملحوظ رکھا جائے گا' جماعت کی دعوت اپنے امیر کی شخصیت اور اس کی امارت کی طرف نہیں اپنے عقیدے اور نصب العین کی طرف ہوگی۔ امیر کی خدا ترسی اور احساس ذمہ داری سے یہ توقع کی جائے گی کہ وہ اپنے سے زیادہ اہل آدمی کے آجانے پر خود اس کے لیے جگہ خالی کر دے گا۔ ایسی صورت میں جبکہ جماعت اپنے نصب العین کے مفاد کے لیے ضرورت محسوس کرے' وہ امیر کو معزول کرنے کی بھی مجاز ہوگی۔

جماعت کا لائحہ عمل

جماعت کے لیے دستور میں ابتدائی طور پر لائحہ عمل بھی وضع کر دیا گیا تھا جس کی رو سے اس میں شامل ہونے والے لوگ ایک طرف اپنے نفس اور زندگی کا تزکیہ کریں اور دوسری طرف جماعت سے باہر کے لوگوں کو خواہ وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم' غیراللہ کا انکار کرنے اور حاکمیتِ رب العالمین کو تسلیم کرنے کی دعوت دیں اور جب تک کوئی قوت ان کے مقصد کی راہ میں حائل نہ ہو اس سے وہ بھی چھیڑ چھاڑ نہ کریں اور اگر کوئی قوت حائل ہو تو خواہ وہ کوئی بھی قوت ہو اس کے علی الرغم اپنے عقیدے کی تبلیغ کرتے رہیں اور اس تبلیغ میں جو مصائب بھی پیش آئیں' ان کا مردانہ وار مقابلہ کریں۔

دستور کی خصوصیات

☆ بلا شبہ یہ ایک نظریاتی انقلابی دستور تھا۔ جماعتِ اسلامی جو نصب العین اپنے سامنے رکھتی تھی اور مسلمانوں کی انفرادی و اجتماعی زندگی میں فکرو عمل کی جو تبدیلی لانا چاہتی تھی یہ دستور اس کے لیے ایک انقلابی راہ عمل متعین کرتا تھا۔ دوسری جماعتیں لوگوں کو اپنے اندر شامل کر کے انھیں آزاد چھوڑ دیتی تھیں کہ وہ انفرادی طور پر جو چاہیں طرز فکر و عمل اختیار کریں۔ انہیں ان کے فکر و نظر اور زندگی کے معمولات سے کوئی غرض نہ ہوتی تھی۔ اس طرح ان کے اندر بھانت بھانت کی بولیاں بولنے والے فکرو عمل میں متضاد اور رنگ برنگ کی سیرت و کردار کے حامل لوگ جمع ہوجاتے جو جہاں ایک طرف مسلمانوں کے اندر مزید اخلاقی زوال کا باعث ہوتے وہاں دوسری طرف ان کی صفوں میں فکری و عملی افتراق و انتشار کا سبب بنتے۔ یہ دستور نہ صرف نظام جماعت میں شامل ہونے والوں کو کڑے ڈسپلن میں کستا تھا اور کسی قسم کی ڈھیل برداشت نہ کرتا تھا بلکہ جماعت کے مقصد اور نصب العین کے مطابق ان کی فکرو نظر کو مطلوبہ مخصوص سانچے میں ڈھالتا اور کردار و عمل کی تربیت کے خطوط بھی متعین کرتا تھا۔ ان کے قول و عمل میں تضاد کو ختم کرنے اور ان میں ہم آہنگی پیدا کرنے پر زور دیتا' اسلام کی سربلندی اور

اللہ کی زمین پر اللہ کی حکومت قائم کرنے کا دعویٰ کرنے والوں کے لیے لازمی قرار دیتا تھا کہ وہ پہلے خود اسلام پر عمل پیرا ہوں اور احکام الٰہی کو اپنی ذات پر نافذ کریں اور اس کے بعد معاشرے کو اس نظام کے سانچے میں ڈھالنے کے لیے آگے بڑھیں۔ اللہ کا نظام نظم و ضبط کا طلب گار ہے اور یہ نظم و ضبط جماعتی طور پر اس وقت تک قائم نہیں ہوسکتا جب تک کہ انسان خود اپنی زندگی کو اس کا خوگر نہ بنائے۔

☆ اس دستور کی ایک اور امتیازی خصوصیت یہ تھی کہ سیاسی و دینی جماعتوں نے اپنے کارکنوں کی زندگی کو پبلک اور پرائیوٹ کی جس ثنویت میں تقسیم کر رکھا تھا' یہ دستور اس کی نفی کرتا تھا۔ یہ نظام جماعت میں شامل افراد کو خواہ وہ کارکن ہوں یا امیرِ جماعت' کسی امتیاز کے بغیر ہر ایک کی زندگی کو ایک اکائی قرار دیتا تھا جس میں دین و دنیا اور پبلک اور پرائیویٹ زندگی کی کوئی تفریق نہیں تھی ۔ ایسا نہ تھا کہ وہ پبلک میں آکر تو ایمان و اسلام اور اسلامی اخلاق و کردار اور حکومت الٰہیہ کی باتیں کریں اور مسلمانوں اور غیر مسلموں کو اس طرف بلائیں ' لیکن نجی محفلوں میں پہنچیں تو یہ چولا اتار دیں اور کارِ دیگر میں مصروف ہوجائیں ۔ اس دستور نے نظمِ جماعت میں شریک ہونے والوں کے لیے لازمی قرار دیا تھا کہ خلوت ہو یا جلوت ' پبلک اسٹیج ہو یا نجی مجلسیں ہر جگہ اسلامی احکام و تعلیمات کا عملی نمونہ بن کر رہیں۔

☆ اس دستور کی ایک اور امتیازی خصوصیت یہ تھی کہ جس غیرالٰہی نظام کو مٹانے کا اس نے اعلان کیا تھا اس کے ساتھ اس نے کسی قسم کے تعاون کو حرام قرار دے دیا تھا۔ اس لیے نہیں کہ یہ ملک کے باہر سے آئی ہوئی قوم کا مسلط کردہ نظام تھا بلکہ اس لیے کہ یہ ایک مسلمان کے عقیدے اور اس عقیدے کے دیے ہوئے زندگی کے نصب العین کے منافی نظام تھا ۔ اب تک مسلم وغیرمسلم جو جماعتیں ملک کے اندر کام کر رہی تھیں ان کا یہ حال تھا کہ نظریاتی طور پر تو برطانوی حکومت کے چنگل سے آزادی حاصل کرنا یا اس کو مٹانا ان کا نصب العین تھا لیکن عملاً وہ زندگی کے میدان میں --- قانون ساز اسمبلیوں میں ' انتظامی اداروں میں ' عدالتوں میں،تعلیمی اداروں میں ' معاشرتی و تمدنی اور ثقافتی و اقتصادی شعبوں میں ---- اس کے ساتھ تعاون کر رہی تھیں ' جماعتِ اسلامی پہلی جماعت تھی اور اس کا دستور برصغیر میں کسی جماعت کا پہلا دستور تھا جس نے حاکمیتِ غیراللہ کو اپنے عقیدے کی بنا پر چیلنج کیا تو اس پر قائم تمام نظام ہائے حیات کے ساتھ کسی قسم کے تعاون ' حتیٰ کہ اپنے حقوق کی طلب اور تحفظ کے لیے اس کی عدالتوں میں جانے تک کو حرام قرار دیدیا ۔ غیرالٰہی نظام حکومت کی خدمت اور چاکری جدید تعلیم

یافتہ مسلمانوں کی زندگی کی معراج بن گئی تھی۔ جماعتِ اسلامی کے دستور نے اس حکومت کے بعض شعبوں کی ملازمت کو تو بالکل حرام قرار دے دیا جس کا قلادہ گردن میں ڈالے ہوئے کوئی شخص جماعت کا رکن نہیں بن سکتا تھا اور بعض شعبوں کی ملازمت کو مجبوراً برداشت کیا بھی تو عارضی طور پر اس طرح جیسے حالت اضطرار میں لحم خنزیر اور مردار۔

--------○--------

حواشی و تعلیقات

۲۳۔ روداد جماعتِ اسلامی حصہ اول ۴، ۵

۲۴۔ ایضاً ص ۵، ٦

۲۵۔ ایضاً ص٦

۲٦۔ روداد جماعتِ اسلامی حصہ اول ص ٦، ۷

۲۷۔ ایضاً

۲۸۔ روداد جماعتِ اسلامی حصہ اول ص ۸، ۹

۲۹۔ روایت شیخ فقیر حسین (مرحوم) تذکرہ سیّد مودودیؒ ۲۵۹۔ دستور کے سلسلے میں سیّد صاحبؒ نے جو مضمون رقم فرمایا اس میں لکھا: جماعتی تشکیل کا جو ابتدائی خاکہ محرم کے پرچہ میں شائع کیا گیا اس پر غور کیا گیا اور باہمی مشورہ سے بالاتفاق ایک دستورِ جماعت مرتب ہوا۔

۳۰۔ روداد جماعتِ اسلامی حصہ اول ص ۹، نیز خطوطِ مودودی، ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی ص ۴۰

۳۱۔ جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں یہ مسودہ سیّد مودودیؒ کی نظر سے گزر چکا ہے، انھوں نے کمیٹی کے قیام کے ذکر کو جوں کا توں رہنے دیا۔

۳۱۔ الف۔ چوہدری غلام محمد مرحوم کی یہ روایت درست ہے۔ یہ کمیٹی گیارہ بارہ افراد پر مشتمل تھی۔ اس میں میں بھی شریک ہوا۔ اس کا کافی طویل اجلاس مولانا کے ڈرائنگ روم کے بالمقابل کمرے میں ہوا۔طفیل محمد

۳۲۔ روداد جماعتِ اسلامی حصہ اول ص ۹

۳۳۔ ترجمان القرآن جلد ۲۰ عدد ۳ مئی ۱۹۴۱ء ص ۴

۳۴۔ ایضاً ص ۳۔ ترجمان القرآن کا یہ شمارہ اگرچہ مئی کا شمارہ تھا، لیکن شائع ستمبر ۱۹۴۱ء میں یعنی جماعت اسلامی بننے کے بعد ہوا۔ ان دنوں ترجمان القرآن کاغذ وغیرہ کی مشکلات کے باعث بالعموم کئی کئی ماہ تاخیر سے شائع ہوتا تھا اور بسااوقات دو دو تین تین ماہ کی مشترکہ اشاعت ہوا کرتی تھی۔

باقی ص۴۸ پر